

علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ

★

دورِ حاضر کے افکار کے بنیادی غلطی

سب سے پہلے ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کہ کیا دورِ حاضر کے نظریات میں غلطیاں موجود ہیں یا نہیں۔ اس کے لئے ہمیں دورِ حاضر کے نظریات کو تقسیم کرنا پڑے گا :-

۱۔ خالص مادی نظریات

۲۔ انسان سے متعلق نظریات خواہ تمدنیات ہوں یا معاشیات و عمرانیات

۳۔ ماوراء المادیات

ان تینوں کے ذرائع علم اور احکام و خصوصیات میں بڑا فرق ہے۔ دورِ حاضر کی عقلیت نے تینوں پر بحث کی ہے اور تینوں کے متعلق اس نے نظریات قائم کئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان تینوں کا ایک بہت بڑی حد تک انسانی زندگی سے تعلق ہے۔ اور تینوں پر عقل نے اس پر غور کیا کہ وہ ایسے حقائق کو پاسکے جن کی وجہ سے انسانی زندگی اپنے حقیقی مقصد میں کامیاب ہو۔ کیونکہ عقل کی فکری حرکت کا آغاز اسی مقصد کے لئے ہوتا ہے۔ اب انیسویں صدی سے لے کر اب تک تقریباً ڈیڑھ سو سال سے زیادہ کی عقل کا دشمنوں سے اگر انسان نے اپنے مقصدِ زندگی کو پالیا ہے تو بیشک یہ فکری اور فلسفی اور سائنسی کوششیں قابلِ تحسین ہیں اور اسکی عقل و فکر کی راہ صحیح سمت پر جانے اور منزلِ مقصود کو پانے کی صحیح راہ تھی، اور زندگی کا وہ مقصد

حاصل نہیں ہوا۔ تو یقیناً ہم کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ انسانی عقلیت کی راہ صحیح نہ تھی، بلکہ اس میں غلطی واقع ہوئی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم اس مقصد کو متعین کریں، جس کے لئے عقلی حرکات کا آغاز ہوا۔ اور پھر عقلی قوتوں نے ان عقلی نظریات کی موافقت کی۔

عقلی و عملی کاوشوں کے مقصد کا تعین | انسانی فکر و عمل کی تمام حرکات کا جو مقصد ہے وہ

چین اور اطمینان ہے نہ سونے اور چاندی کے انبار یا قیمتی موٹریں اور نہ بڑی بڑی بلڈنگ اور سامانِ تعیش یا حکومت کا کوئی بڑا عہدہ جسکی تصدیق اس امر سے کی جاسکتی ہے۔ کہ اکثر اوقات بے چینی | یہ سب چیزیں حاصل ہوتی ہیں، لیکن چین اور اطمینان کا نام نہیں ہوتا اگر عقلیت نہ آئے تو صدر جانسن اور اندرا گاندھی سے پوچھ لو کہ کیا تم کو ایک معمولی غریب آدمی کے برابر بھی چین حاصل ہے۔ لیکن ان دونوں کی بے چینی عام غریب اور معمولی اشخاص سے بہت زیادہ ہے۔ اس طرح یورپ اور امریکہ کے ارب پتیوں سے پوچھو کہ تم کو چین حاصل ہے تو جواب یہ ہوگا کہ نہیں۔ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ یورپ اور امریکہ کے بہت کروڑ پتی اور ارب پتی ایسے تھے جنہوں نے دماغ کی بے چینی کی تاب نہ لا کر خود کشی کر ڈالی۔ اور یہ تحریر چھوڑ کر مرے کہ ہم اس بے چین دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اب اگر دورِ جدید کے عقلمندوں کی عقلی و عملی تگ و دو کی راہ صحیح ہوتی، تو چین حاصل ہوتا۔ لیکن اس کے برخلاف تو بے چینی انسان کو دورِ حاضر میں نصیب ہوئی۔ اسکی نظیر انسان کی پوری تاریخ میں نہیں مل سکتی اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ خاص کرائیٹی دور ہائیڈروجنی خطرہ نے تو بے چینی کو عالمگیر شکل دے دی ہے تو کیا یہی وہ منزل مقصود تھی جس کے لئے ڈیڑھ دو صدی کی یہ کوششیں عمل میں لائی گئی تھیں۔

انقلاب | مقصدِ زندگی کی نایابی کی بڑی دلیل لفظ انقلاب ہے جس کے معنی پلٹنے کے

ہیں۔ اس دور میں جو نظامِ زندگی جو نظامِ مملکت جو نظامِ معیشت نگرہی کوششوں کے بعد قائم ہو جاتا ہے، تو اس کے بعد نعرۂ انقلاب بلند ہو جاتا ہے۔ جس کا واضح مقصد یہ ہے کہ عوام اور نعرۂ انقلاب لگانے والے موجودہ نظام سے مطمئن نہیں وہ اس کو پلٹ دینا چاہتے ہیں، گویا وہ اپنے نعرۂ انقلاب کے ذریعے اپنی بے چینی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبالؒ خدا سے مکالمہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے جواب میں کہ کیا یہ جہانِ جدید تم کو موافق ہے کہتا ہے کہ میں نے خدا سے کہا کہ موافق نہیں۔ ارشاد ہوا کہ اس کو توڑ ڈالو۔

گفتا کہ جہاں ما آیا بتو می سازد
گفتم کہ نمی سازد گفتند کہ برہم زن

بے چینی کی مثال | اس عالمی بے چینی سے یہ معلوم ہوتا کہ دورِ حاضری کی فکری اور عملی کوششوں نے زندگی کو مقصود سے ہٹکا رہا نہیں کیا۔ اور تاہم زندگی نے اپنے طبعی و فطری مرکز کو نہیں پایا۔ اضطرابِ انقلاب اور بے چینی انسان کی باطنی حرکت کا نام ہے اور چین اور اطمینان اس کے اصلی سکون کا نام ہے اور وہی اصل مقصدِ حیات اور راحت گشتہ ہے۔ مثلاً پانی جب بلندی پر ہو تو وہ متحرک اور مضطرب رہتا ہے اور اگر اس کو اس بلندی سے کسی دوسری بلندی کی طرف منتقل کیا جائے تو بھی اس کا اضطراب اور تحریک ختم نہ ہوگا۔ تا وقتیکہ وہ کسی نشیب جگہ میں پہنچ کر اپنے مرکزِ فطری و طبعی کو نہ پائے، یہی حاصل اس وقت ہماری زندگی کا ہے کہ عقل اس کو کبھی ایک چٹان اور کبھی دوسری چٹان کی طرف منتقل کرتی ہے، کبھی تیسری کی طرف، لیکن اس کے اضطراب میں فرق نہیں آتا۔ تا وقتیکہ زندگی اپنے فطری مرکز کو نہ پائے۔

اس بے چینی کا اصلی سبب خالق کائنات سے انسانی نسل کے تعلق کا منقطع ہونا ہے اور مادہ اور مادیات ہی سے وابستہ ہونا ہے۔ مادہ متغیر ہے اور روح کے لئے وہ غیر فطری مرکز ہے اور خالق کائنات روح انسانی کا فطری مرکز ہے۔ روح جب فطری مرکز سے ہٹا دی گئی اور غیر فطری مرکز سے اس کو جوڑ دیا گیا، تو اس کے حصے میں دائمی اضطراب اور بے چینی کا ہونا ایک لازمی بات ہے، اور مادی ترقی چاہے کس قدر بلند ہو لیکن اضطراب دور نہ ہوگا۔ اسی حقیقت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

الابد کمالہ تطمئن القلوب۔ خوب سن لو کہ صرف اللہ کی یاد اور تعلق سے انسان کو چین اور اطمینان نصیب ہو سکتا ہے۔

بقول اکبرؒ

دو ہی چیزیں ہیں بس محافظِ دل کی
دنیا دنی کی ہو بس جانے دو
مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ
لیکن تہذیبِ جدید کا یہ حال ہے کہ

بھولتا جاتا ہے یورپ آسمانی باپ کو
بس خدا سمجھا ہے اس نے برقی کو اور بھاپ کو
طریٰ مغربی کی کیا یہی روشن ضمیری ہے
خدا کو بھول جانا اور محو ماسوا ہونا

مادیات | مادیات کی بنیاد مادہ ہے اس لئے جب تک مادہ معلوم نہ ہو تو مادیات کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ مادہ کے متعلق ہزاروں سال سے فلاسفہ کی ذہنی اور فکری کاوشیں جاری ہیں۔ لیکن ان سب میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

مادہ قدیم فلاسفہ کی نظر میں | یونان کے فلاسفہ قدیم نے مادہ عالم کی حقیقت کے متعلق جو اسٹیڈی اور تحقیق کی ہے وہ شہرستانی کے علّٰیٰ خل میں موجود ہے :-
۱۔ ذرات کی رائے یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق عدم سے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مادہ کا وجود ضروری ہے۔ اور مادہ کائنات پانی ہے۔

۲۔ انکسینس کی رائے یہ ہے کہ کائنات کا مادہ ہوا ہے

۳۔ انکسندر کی رائے یہ ہے کہ مادہ کائنات کی کوئی شکل نہیں جس کو متعین کیا جاسکے۔

۴۔ فیثاغورث کی رائے یہ ہے کہ مادہ کائنات خدا ہے جس سے کوئی چیز خالی نہیں، جس طرح کل اعداد ایک ہی کے تکرار سے بنتے ہیں، اسی طرح خدا سے واحد اصل کائنات ہے۔

۵۔ اکرزوفس کی رائے یہ ہے کہ کائنات کا مادہ واحد ہے۔

۶۔ اریستو کی رائے یہ ہے کہ عدد مادہ نہیں بلکہ پانی اور ہوا کا مجموعہ مادہ ہے۔

۷۔ ملیسیوس کی رائے یہ ہے کہ مادہ ایسی ذات ہے جو زندہ اور عاقل اور ازلی ہے۔

۸۔ برقلیط کی رائے یہ ہے کہ مادہ آگ ہے جو پھر منقلب ہو کر ہوا بنی اور وہ بدل کر پانی بنا۔

۹۔ امپدوکلس کی رائے یہ ہے کہ مادہ عالم چار عناصر ہیں :-

۱۔ باد ۲۔ خاک ۳۔ آب ۴۔ آتش

ان میں محبت کی قوت باہم انضمام کے لئے اور نفرت کی قوت تفریق کے لئے موجود ہے۔
۱۰۔ دیموکراطیس کہتا ہے کہ مادہ عالم ذرات ہیں جو اند ہی ضرورت کی وجہ سے حرکت کرتے ہیں۔

۱۱۔ انکساغورس کہتا ہے کہ مادہ عالم ذرات متحرک ہیں، جن کو خدا نے عظیم حکیم حرکت دیتا ہے۔

۱۲۔ سوفسطائیہ جن میں سے بردناغوراس کی رائے یہ ہے کہ مادہ یا اور کسی چیز کا کسی کو بھی علم نہیں

ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عقل اور جس صحیح ذرائع علم نہیں کیونکہ لوگوں کی حالت ان دونوں چیزوں میں متبادرت ہے بلکہ غور جیاس فلسفی کی رائے یہ ہے کہ ہر چیز کی صحیح معرفت عقل اور جس کے ذریعہ محال ہے۔

۱۳۔ سقراط کی رائے یہ ہے کہ مادہ اور دیگر اشیاء کا علم عقل کے ذریعہ ممکن ہے جس کے ذریعہ ناممکن ہے۔

۱۴۔ افلاطون جو سقراط کا شاگرد ہے وہ کہتا ہے کہ مثالی اور تصوری حقائق مادہ عالم ہے۔ لیکن افلاطون اور اس کا شاگرد ارسطو دونوں خدا کے قائل ہیں کہ مادہ خدا کے بغیر کسی وجود میں متشکل نہیں ہو سکتا۔

یہ چودہ اقوال قدیم فلاسفہ کے ہیں جو ہم کو معلوم ہیں۔ نہ معلوم کہ اور کتنے اقوال ہوں گے جو ہمیں معلوم نہیں۔

مادہ جدید فلاسفہ کی نظر میں | جدید فلاسفہ یورپ اور امریکہ کی تحقیقات کو چونکہ استقرار نہیں بلکہ ان میں انقلاب اور تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے اور جدید تحقیق سابق تحقیق کو رد کرتی ہے اس لئے اب تک جدید فکر میں حسب ذیل تبدیلیاں ہوئیں۔

۱۔ پہلا نظریہ یہ تھا کہ مادہ عناصر کا نام ہے

۲۔ دوسرا یہ کہ مادہ سالمات یعنی ایٹمی اجزاء کا نام ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ مادہ برق پاروں کا نام ہے۔

اب تک جدید فلسفہ اسی حد تک پہنچا ہے۔ لیکن جدید فلاسفہ میں سے بعض کی تحقیق یہ ہے کہ بالآخر برقیّت بھی ختم ہو جاتی ہے، اور آخر میں صرف ایک نور باقی رہ جاتا ہے، یہ سب خرابی اس غلط جذبے اور تخیل سے پیدا ہوئی کہ عدم اور نیستی سے کوئی چیز وجود میں نہیں آ سکتی۔ لیکن یہ خیال ہی سرے سے غلط ہے کہ نیست سے ہست نہیں ہو سکتی۔

نیست سے ہست ہونا | اسلامی زاویہ نگاہ سے کائنات، عالم تو ہست سے ہست ہوتی، یعنی مادہ عالم سے عالم وجود میں آیا لیکن خود مادہ عدم سے وجود میں آیا گویا عدم سے وجود اور نیستی سے ہستی کا واقعہ موجودہ عالم سے قبل صرف ایک بار ہوا، ازاں بعد جس قدر قدرت کی تخلیقات ہیں وہ سب اشیاء ہست سے ہست ہوئیں۔ اب جدید فلاسفہ یا قدیم فلاسفہ جو مادے کی اذیت کے قائل ہیں۔ ان کے پاس اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ مادہ اگر ازلی نہ ہو تو وہ بھی پیدا کیا گیا ہوگا اور ظاہر ہے کہ مادی اجسام تو مادے سے پیدا ہیں۔ لیکن مادہ عدم سے پیدا ہوا ہوگا، حالانکہ مشاہدہ میں کوئی ایسی چیز نہیں جو دستیاب ہو سکتی ہو جو نیست سے ہست ہوئی ہو۔ یہ صرف مغالطہ ہے جو واقعہ مشاہدہ کرنے والوں اور مشاہدات کے وجود سے بہت پیشتر صرف ایک

ہی مرتبہ وجود میں آیا ہو۔ وہ اس زمانہ اور اس وقت کیونکر زیر مشاہدہ آسکتا ہے، جس واقعہ کو جس وقت سے اختصاص ہو، وہ ایک دوسرے وقت میں کیونکر وجود میں آسکتا ہے۔ ایک صاحب نے جو آریہ سماج کے بہت بڑے پنڈت تھے اور اس خیال کے قائل تھے کہ نیست سے کوئی چیز بہت نہیں ہو سکتی ورنہ ہمیں دکھا دو۔ میں نے کہا یہ سوال ایسا ہے کہ بغداد موجود نہیں ورنہ اسی ہندوستان میں مجھے بغداد دکھا دو جب میں مان لوں گا تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ آج کل ہمیں بغداد لے چلو دیں دکھا دیں گے۔ دہلی میں ہم آپ کو بغداد کیسے دکھا سکتے ہیں، ہم بغداد کا وجود مانتے ہیں، لیکن اپنے اصلی مقام میں مانتے ہیں۔ دہلی میں ہم نے نہ بغداد کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ مشاہدہ کا، تو اسی طرح مشاہدہ جیسے مکان سے بدلتا ہے اور زمان سے بھی بدلتا ہے، اگر کوئی کہے کہ دارا اور سکندر کی جنگ ناممکن ہے ورنہ ہمیں کوئی مشاہدہ اسی زمانہ میں کرائے تو جواب یہی ہوگا کہ یہ واقعہ اپنے مخصوص زمانہ اور وقت میں ہوا، تم ہمیں اس زمانہ میں پہنچا دو، تو مشاہدہ کرا دیں گے۔ اسی طرح جس وقت موجودہ نظام عالم سے قبل مادہ نیست سے بہت ہٹا تو اس وقت میں ہمیں پہنچا دو تو مشاہدہ بھی کرا دیں گے۔ یہی ہے اس عظیم مسئلہ کی حقیقت جس پر موجودہ فلسفہ مبنی ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان چونکہ کوئی چیز مادے کے بغیر پیدا نہیں کر سکتا تو اس سے خیال قائم کیا گیا کہ خدا بھی نہیں کر سکتا۔ اس نظریہ میں خدا کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کیا گیا ہے، یہ بھی بالکل غلط ہے۔ ہمیں خدا سے تو کوئی نسبت نہیں، نہ کسی چیز میں شرکت کہ وہ خالق ہے اور ہم مخلوق ہیں، لیکن مخلوق میں ایک مخلوق کی قدرت دوسری مخلوق پر قیاس نہیں کی جا سکتی۔ چوہنی اور ہاتھی دونوں مخلوق ہیں اور دونوں حیوانیت میں شریک ہیں۔ لیکن ہاتھی کی قدرت چوہنی کی قدرت پر قیاس نہیں کی جا سکتی کہ چونکہ چوہنی بیس من بوجھ نہیں اٹھا سکتی تو ہاتھی بھی نہیں اٹھا سکتا۔ اگر کوئی یہ قیاس کرے تو بڑی غلطی کا مرتکب ہوگا۔ چوہنی جو کام نہیں کر سکتی، ہاتھی وہ کر سکتا ہے لہذا ہم جو کام نہیں کر سکتے کہ نیست سے بہت کریں تو خالق کائنات قادر مطلق وہ یقیناً یہ کام کر سکتا ہے۔

۳۔ سائنس کے قوائد کے مطابق مادہ کی ازلیت کا تخمینہ استقراء اور تجربہ سے قائم کیا گیا۔ اور استقراء اس وقت دلیل بن سکتا ہے کہ تمام ہو، ورنہ بہت زمانہ تک سینا میں تصاویر متحرکہ نظر آتی تھیں، لیکن بولتی نہ تھیں۔ اس وقت کا استقراء یہ تھا کہ تصاویر سینا نہیں بول سکتیں

لیکن مابعد زمانہ میں جب بولنے لگیں تو وہ استقرارِ باطل ہوا۔ کیونکہ یہ جدید واقعہ سابق استقرار و تجربہ کرنے والوں کے تجربہ سے خارج تھا تو ممکن ہے کہ کوئی ایسا صحیح واقعہ بھی ہو جو انسان کے تجربات سے خارج ہونے کے باوجود اپنی جگہ دو دو کی چار کی طرح صحیح اور درست ہو اور وہ واقعہ نیست سے هست ہونے کا ہے۔ اسی طرح تمام عجائبات سائنس سابق تجربہ سے خارج تھے۔ لیکن اب یہ تسلیم شدہ ہیں۔

۴۔ مادی اجسام مادہ سے پیدا ہوتے اور خالق کائنات نے پیدا کیا، اب خود مادہ اگر کسی اور مادہ سے پیدا ہو تو تسلسل لازم آئے گا۔ لہذا خود مادے کا وجود کسی اور مادہ سے نہیں بنا۔ ورنہ پھر اسی دوم مادے سے متعلق سوال چلے گا جو حتمی ہو گا۔ لہذا اس لحاظ سے کائنات مادی ہے۔ اس کے لئے مادہ ضروری ہے لیکن خود مادہ غیر مادی ہے جس کے لئے اور مادے کی ضرورت نہیں۔ باقی اگر اس میں شبہ ہو تو خود انسانی آنکھ کے ابصار اور مشاہدہ کو دیکھو کہ تمام کائنات کا ابصار و مشاہدہ آنکھ کے ابصار سے ہوتا ہے۔ لیکن خود ابصار مبصرات سے نہیں یعنی کل چیزیں ہم نظر سے دیکھتے ہیں، لیکن خود نظر نظر نہیں آتی اور نظر کا وجود نظر آنے سے بے نیاز ہے، اسی طرح کل مادیات مادے سے بن گئے ہیں، لیکن خود مادہ مادے سے بے نیاز ہے کہ وہ کسی اور مادہ سے بن گیا ہو۔ بلکہ وہ بلا مادہ وجود میں آیا ہو۔ البتہ وجود میں لانے والے خدا کی ہستی لازمی ہے یعنی مادے کے لئے مادہ دیگر کی ضرورت نہیں۔ البتہ فاعل و خالق کی ضرورت ہے، پہلی قسم یعنی افکارِ جدیدہ جو مادیات سے متعلق ہوں ان میں اکثر آراء صحیح ہو سکتی ہیں کہ وہ مشاہدہ اور تجربہ سے متعلق ہیں، اور مادہ چونکہ بے جان اور بے اختیار چیز ہے، اس لئے مادہ سے متعلق ایک بار بعد از تجربہ جو نظریہ قائم ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی مداخلت نہیں ہوتی اور قائم رہتا ہے۔ مثلاً اگر دو سالمات (ایٹم) ہائیڈروجن اور آکسیجن کے ایک سالمہ کو ترتیب دی جائے تو ہر حال میں اس عمل سے پانی برآمد ہو گا۔ اس لئے اس قسم میں اختلاف کی گنجائش کم ہے۔ اور ہم باسانی حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں مادی شے سے فلاں حالات و شرائط کے تحت فلاں خاصیت ظاہر ہوگی۔ ■

واہ کینیٹ میں ماہنامہ الحق کا تازہ شمارہ مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کر سکتے ہیں

محمد اشرف علی زیدی۔ کوارٹر نمبر 204/226 واہ کینیٹ